

لوک کہانی

یہ سبق اپنی زبان کی ایک لوک کہانی پر مشتمل ہے۔ لوک کہانی کسی معاشرے کے افراد میں سنی سنائی جانے والی ایسی کہانی ہوتی ہے جس میں فطرت، انسان اور ماحول کی دوسری تفصیلات کے متعلق روایتوں کو اخلاقی تعلیم و تربیت کی خاطر کہانی کے روپ میں بیان کیا جاتا ہے۔

اس کہانی میں خدا پر ایک کسان کے پختہ یقین کو اس ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے کہ اس سے باہمی ہمدردی اور انسان دوستی کی تصویر کشی ہو جاتی ہے۔

© NCERT
not to be republished



5022CH09

خدا کے نام خط

اس وادی کا اکلوتا مکان ایک چھوٹی سی چٹان کے اوپر بنا ہوا تھا۔ وہاں کھڑے ہو کر بہتے ہوئے دریا، مٹر اور پنے کے کھیتوں کو بہ خوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ یہ کھیت بڑی عمدہ فصل دیتے تھے۔ اور انھیں جس چیز کی بے حد ضرورت تھی وہ بارش تھی۔ لین شواپنی زمین اور کھیتوں کے چپے چپے سے واقف تھا۔ وہ آج صبح سے بار بار آسمان دیکھے جا رہا تھا۔ اس نے تشویش ناک لہجے میں کہا:

”بی بی! میرا قیاس ہے کہ آج بارش ہوگی۔“

بی بی! نے جو اس وقت کھانا تیار کر رہی تھی، یہ سن کر جواب دیا:

”ہاں، آج کسی بھی وقت بارش ہو سکتی ہے اگر رب چاہے تو.....“

اُس وقت بڑی عمر کے لڑکے کھیتوں میں کام کر رہے تھے اور چھوٹے بچے مکان کے نزدیک کھیل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بی بی نے انھیں آواز دی:

”آ جاؤ، سب آ جاؤ، کھانا تیار ہے۔“

جب سب مل کر کھانا کھا رہے تھے تو جیسا کہ لین شواپنے نے قیاس آرائی کی تھی، بارش ہونے لگی۔ بارش کے شفاف قطرے زمین پر برس رہے تھے اور آسمان پر شمال کی جانب سے بادلوں کے پہاڑ چلے آ رہے تھے۔ ہوا بھی تیز تھی۔ لین شواپنی کھیتوں میں نکل گیا۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہ تھا کہ بارش سے پیدا ہونے والی ترنگ کو اپنے تن میں رواں دواں دیکھے۔ جب وہ گھر میں واپس آیا تو جذباتی اور جوشیلی آواز میں بولا:

”جو کچھ اس وقت آسمان سے برس رہا ہے وہ بارش کے قطرے نہیں بلکہ سسکے ہیں، بڑے اور چھوٹے۔“

پھر اس نے بڑے اطمینان سے یہ بھی کہا کہ غلے کے کھیت اور مٹر کے نئے نئے کھلے ہوئے پھول بارش کی چادریں اوڑھ کر بہت خوش ہیں۔ ابھی اس نے یہ کہا ہی تھا کہ یک بارگی تند و تیز آندھی اُٹھی پھر بارش کے ساتھ ڈالہ باری ہونے لگی۔ اولے واقعی

چاندی کے گول گول ڈلوں سے مشابہ تھے۔ بچوں نے یہ دیکھا تو لپک کر اندر سے باہر آ گئے اور انہیں چُپنے میں جُٹ گئے۔ بچے خوش تھے لیکن ان کا باپ فکر مند ہو کر خود سے کہنے لگا ”اب تو معاملہ بگڑنے لگا ہے، لیکن پھر بھی مجھے امید ہے کہ سب کچھ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔“

لیکن سب کچھ ٹھیک نہیں ہوا اور بہت دیر تک اگلے گرتے رہے۔ زمین ایسے سفید ہو گئی، جیسے اس پر نمک کی چادر بچھا دی گئی ہو۔ درختوں پر ایک پتہ بھی نہ رہا۔ غلے کے کھیتوں کا ستیاناس ہو گیا، مٹر کی بیلین اور پودوں کے تازہ پھول ٹوٹ کر بکھر گئے۔ لین شو پریشان ہو گیا۔ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا:

”اگر ان کھیتوں پر ٹڈی دل نے حملہ کیا ہوتا تو بھی ہمارے پاس اس سے زیادہ بچ رہا ہوتا لیکن اس ژالہ باری نے تو ہمیں مفلس اور قلاش بنا دیا ہے۔ اب ہمارے پاس نہ غلہ ہے اور نہ سبزی ہے۔ اس سال تو ہمیں فاقے پہ فاقے کرنا ہوں گے۔ وہ تمام لوگ جو وادی کے اس اکلوتے مکان میں رہتے تھے اپنے دلوں میں ایک ناقابل شکست امید لیے بیٹھے تھے اور ایک اُن دیکھی قوت پر تکیہ کیے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا:

”دل چھوٹا مت کرو، ہمت مت ہارو۔“

”اس میں کوئی شک نہیں کہ سب کچھ تباہ ہو گیا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ بھوک سے کوئی نہیں مرتا۔“

لین شو کے تمام خیالات اپنی آخری امید یعنی آسانی امداد کے گرد گھومتے رہے۔ اس کو بچپن ہی سے یہ تعلیم دی گئی تھی کہ



سب کا پالن ہار بڑا رحیم اور کریم ہے۔ انسان کے دل کی گہرائیوں کی بات جانتا ہے۔ لین شو اپنے کھیتوں میں بیل کی طرح کام کرتا تھا۔ وہ کچھ لکھنا پڑھنا بھی جانتا تھا۔ آئندہ اتوار تک اس نے اپنے آپ کو اس بات کا یہ پختہ یقین دلادیا کہ ایک ان دیکھی محافظ ہستی موجود ہے۔ اس یقین کے بعد اس نے خدا کے نام ایک خط لکھنا شروع کیا۔

”یار بی!“

اگر تو نے میری مدد نہیں کی تو میں اور میرا کنبہ اس سال فاتحوں کا شکار ہو جائیں گے۔ اس وقت ایک سو روپیوں کی اشد ضرورت ہے تاکہ میں کھیتوں کی حالت دوبارہ ٹھیک کر سکوں اور ان میں بوائے کر سکوں اور نئی فصل کی کٹائی تک زندہ بھی رہ سکوں کیوں کہ ڈالہ باری نے ساری فصل تباہ کر دی ہے۔“

لفافے پر پتے کی جگہ اس نے یہ الفاظ لکھے:

”یہ خط خدا کو ملے“

اس کے بعد اس نے لفافے کو بند کیا اور غم گین دل کے ساتھ شہر کی طرف چل دیا۔ ڈاک خانے پہنچ کر اس نے ٹکٹ خریدے، لفافے پر چپکائے اور لفافہ سپرد ڈاک کر دیا۔

اس ڈاک خانے کے ایک ڈاکے نے جو خطوں کی تقسیم کے ساتھ ان کی چھٹائی کا کام کیا کرتا تھا، ہنستے ہوئے یہ لفافہ اپنے افسر کو پیش کر دیا۔ اپنی ساری ملازمت کے دوران اس نے اس پتے پر کبھی ڈاک نہیں پہنچائی تھی۔ پوسٹ ماسٹر ایک خوش مزاج اور دردمند دل کا آدمی تھا وہ بھی اس لفافے کو دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگا لیکن قہقہوں کے درمیان وہ یک بارگی، خاموش اور سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے لفافہ میز پر رکھ دیا اور کہنے لگا:

”واہ، واہ! کیا پختہ ایمان ہے، کاش مجھے بھی ایسا ایمان نصیب ہوتا اور میں بھی ایسے ہی یقین کا حامل ہوتا۔ کیا بات لکھنے والے کی جس نے ایک پختہ امید پر خدا سے خط و کتابت شروع کر دی، واہ، واہ۔“

پھر اس نے سوچا ایسے پختہ ایمان اور امید کو پاش پاش کرنا اچھا نہیں۔ اس نے اپنے ماتحتوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ خط پڑھا جائے اور اس کا جواب دیا جائے۔ جب لفافہ چاک کیا اور خط پڑھا تب اندازہ ہوا کہ اس خط کا جواب کاغذ، قلم، دوات، روشنائی، دردمندی اور نیک دلی سے کچھ زیادہ کا طلب گار ہے۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو ساری بات بتا کر چندے کی درخواست کی اور خود بھی ایک اچھی خاصی رقم پیش کی۔ اس کے عملے نے اس کارِ خیر میں حسبِ توفیق ہاتھ بٹایا۔

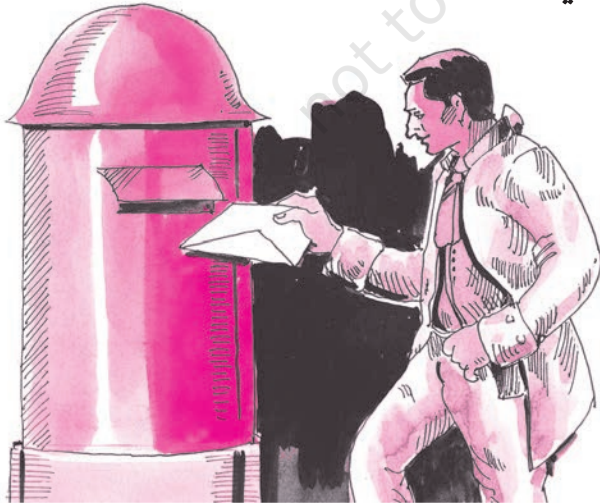
لین شونے جس قدر رقم طلب کی تھی اتنی تو جمع نہ ہو سکی پھر بھی اس کے نصف سے کچھ زیادہ کا انتظام ہو گیا۔ پوسٹ ماسٹر نے تمام نوٹ ایک لفافے میں بند کیے پھر اس پر لین شو کا پتہ تحریر کیا اور ایک چٹھی لکھ کر لفافے میں رکھ دی جس پر دست خط کے طور پر صرف اتنا لکھا تھا۔

”خدا“



اگلے اتوار کو پھر لین شوڈاک خانے میں آیا اور پوچھا کہ کیا اس کے نام کوئی خط آیا ہے؟ پوسٹ ماسٹر نے لین شوڈاک خط اس کے حوالے کیا اور اس کا رُخیر کے انجام دینے پر ایک طرح کی خوشی محسوس کی۔ اس کے بعد وہ دروازے کی دراز سے لین شوڈاک کیفیات دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ نوٹ پا کر لین شوڈاک کوئی حیرت نہیں ہوئی ہے۔ اس کو تو جیسے اس بات کا پختہ یقین تھا کہ یہ رقم تو اس کو ملنے ہی والی ہے۔ پھر جب اس نے رقم گن لی تو بگڑ گیا اور بڑبڑانے لگا۔

”خدا نے تو ہرگز ایسی غلطی نہیں کی ہوگی اور نہ اُس کے پاس اس چیز کی کمی ہے جو میں نے اس سے خط کے ذریعے طلب کی تھی۔ وہ تو اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہے۔“



پھر کچھ سوچ کر ڈاک خانے کی کھڑکی پر گیا، کاغذ قلم طلب کیا اور پھر خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اس کی پیشانی پر ابھرنے والی لکیریں بتا رہی تھیں کہ وہ جملے بنانے کے لیے اپنے ذہن کو بُری طرح ٹٹول رہا

ہے۔ اسی کیفیت میں اس نے خط بہ مشکل پورا کیا اور اچھی طرح دیکھ بھال کے اسے لفافے میں بند کیا پھر ٹکٹ خریدا اور اس کو ایک زوردار مٹکے کے ساتھ بند کر دیا۔

پھر جیسے ہی خط لیٹر بکس میں گرا تو ڈاکیے نے فوراً ہی اسے نکال لیا۔ خط پڑھا گیا، اس میں لکھا تھا۔
”یار بٹی!“

جو رقم میں نے طلب کی تھی، اس میں سے مجھے صرف ستر روپے ہی ملے ہیں۔ باقی رقم بھی فوراً ارسال کریں۔ مجھے اس کی شدید ترین ضرورت ہے۔ لیکن اب باقی رقم ڈاک کے ذریعے ہرگز نہ بھیجیں کیونکہ اس ڈاک خانے کے ملازمین بے ایمان اور بددیانت ہیں۔“

(گریگور یولو پیٹنز فو آنتے)

مشق

● معنی یاد کیجیے:

اندازہ	:	قیاس
سمجھ	:	تفہیم
صاف	:	شفاف
جوش، خوشی	:	ترنگ
غربت	:	قلّاش
ٹکڑے ٹکڑے کرنا	:	پاش پاش کرنا
نیک کام	:	کارِ خیر
بے ایمان	:	بددیانت

● غور کیجیے:

☆ نقصان ہو جانے کے باوجود انسان کو ہمت نہیں ہارنا چاہیے اور نہ ہی ناامید ہونا چاہیے۔

● سوچیے اور بتائیے:

- 1- لین شو نے بی بی سے کیا قیاس آرائی کی؟
- 2- لین شو بارش میں کھیتوں کی طرف کیوں گیا؟
- 3- ژالہ باری سے کیا نقصانات ہوئے؟
- 4- لین شو نے خدا کے نام خط میں کیا لکھا؟
- 5- لین شو نے لفافے پر کیا پتہ لکھا؟
- 6- پوسٹ ماسٹر نے لین شو کا خط پڑھنے کے بعد کیا کیا؟
- 7- لین شو نے پہلے خط کا جواب ملنے کے بعد دوسرے خط میں خدا کو کیا لکھا؟

● نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

اکلوتا ملازمین نیک دلی پختہ یقین تکلیف کرنا پالن ہار

● نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے متضاد لکھیے:

نزدیک تیز شکست پختہ موجود شہر

● واحد کی جمع لکھیے:

مکان چادر روح سبزی افسر خط

● عملی کام:

☆ خدا کے نام لکھے گئے لین شو کے خطوں کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔